سیرۃ النبیؐ کے عملی تقاضے

از : جے، اے، حق محمد

آج جب کہ چودھویں صدی ہجری اختتام پذیر ہے اور پندرھویں صدی کے استقبال کی تیاریاں کی جا رہی ہیں ۱۲ ربیع الاول کا دن نہ صرف پاکستان اور اہل اسلام کے لئے بلکہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دن اس قائد انسانیت کی یاد تازہ کرتا ہے جس کی سیرت طیبہ دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی فلاح و کامرانی کی ضمانت فراہم کرتی ہے وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا کلمہ نہیں پڑھا اور محض علم برائے علم کی خاطر اس ہستی بیمثال کی سیرت کا مطالعہ کیا وہ بھی کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس انسان کامل کی زندگی کا ہر ورق آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ تابندہ و درخشندہ ہے۔ مگر کام صرف اس سے نہیں بنتا کہ ہم سیرت کا نام لے لیں یا چند لمحے آپ کی یاد میں باتیں کر لیں۔ ضرورت ہے سیرت کے عملی تقاضوں کو پورا کرے گی۔

انسان ایک فرد ہے، انسان ایک خاندان ہے، انسان ایک معاشرہ ہے۔ کسی معاشرے میں مختلف علاقوں، مزاجوں، نسلوں، بولیوں اور پیشوں کے لوگ بستے ہیں۔ سیدِ کائناتؐ کی سیرت ہر طرح کی رہنمائی کرتی ہے۔ فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ سرورِ کونینؐ کو بحیثیت ایک فرد کے دیکھے۔ فرد کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ اپنے علم و عمل سے اپنے آپ کو سنوارے کیونکہ سید الرسلؐ نے اپنی ابتدائی زندگی کا بہت بڑا حصہ اپنی ذات کی تعمیر میں اس طرح صرف فرمایا۔ کہ اس وقت کے فساد زدہ معاشرے میں امین اور صادق کی حیثیت سے مانے گئے۔ فرد جب کوئی

معاشرتی اور اجتماعی جدوجہد شروع کرتا ہے تو پہلے بطور مثال اپنی ذات کو پیش کرتا ہے جدوجہد کے آغاز کا یہی اور صرف یہی فطری طریقہ ہے۔

حضرت ختم المرسلینؐ نے اپنی اجتماعی جدوجہد کا آغاز اس طرح کیا کہ بحکم خداوندی کوہ صفا پر تشریف لے گئے، لوگوں کو پکارا آپکی شخصیت اس قدر دلوں میں گھر کئے ہوئے تھی کہ ہر شخص آپ کی پکار سن کر دوڑا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے سب سے پہلے یہ نہیں فرمایا کہ تم برائیاں چھوڑ دو بلکہ آپ نے سب سے پہلے اپنی شخصیت کو ان کے سامنے رکھا اور فرمایا لوگو! تم میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہو، سب لوگ یک زبان ہو کر پکارے ہم آپ کو امین اور صادق سمجھتے ہیں۔ سیدِ کائناتؐ نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی ذات کے لئے مزید اقرار لینا ضروری سمجھا اور فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہوا ہے اور وہ آن کی آن میں تم پر حملہ کیا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لوگے قریش مکہ نے پوری زندگی میں کبھی آپ کی زبان سے جھوٹ نہیں سنا تھا اس لئے بے ساختہ بولے" اے محمدؐ! ہم اس بات کو ضرور مان لیں گے جب شخصیت کی حیثیت واضح طور پر متعین ہو گئی تو پھر آپ نے ان کے سامنے اپنا عملی پروگرام رکھا۔ سیدِ کائناتؐ کی سیرت پاک کا یہ پہلا عملی سبق ہے۔

انسان کی دوسری حیثیت وہ ہے جو فرد اور خاندان کے درمیان موجود رشتے سے جنم لیتی ہے۔ اس حیثیت میں انسان کے کچھ فرائض ہوتے ہیں اور ساتھ ہی کچھ حقوق بھی ہوتے ہیں۔ اس حیثیت میں فرد پر پہلی ذمہ داری والدین کی خدمت ہوتی ہے قرآن مجید میں اس کے لئے واضح حکم موجود ہے کہ والدین کے ساتھ تلخ کلامی نہ کرو حتیٰ کہ انہیں اف بھی نہ کہو یہ رشتہ اجتماعیت کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ سیرت النبیؐ ہمیں انفرادیت سے نکال کر اجتماعیت کی طرف لے جاتی ہے۔ افراد میں اجتماعیت کے لئے چند بندشوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس فطری تقاضے کے مطابق رسول اللہؐ کی سیرت ہمیں گھر کے سربراہ کے ساتھ وفاداری اس کی اطاعت اور

فرمانبرداری کا سبق دیتی ہے اس اجتماعیت کا دوسرا قدم ازدواجی رشتہ ہوتا ہے۔ اس رشتے کی معاشرتی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ یہی رشتہ خاندانی بقا اور معاشرتی استحکام کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ سید کائنات نے شادیاں کیں اور شادی کرنے کو اپنی سنت قرار دیا اور اس سنت سے منہ موڑنے والے کو سخت الفاظ میں تنبیہہ فرمائی۔ اس رشتے کو خوشگوار رکھنے کے لئے حقوق و فرائض کا نظام مرتب فرمایا۔ سید الرسل کی اپنی ازدواجی زندگی اس قدر خوشگوار تھی کہ اس پر رشک کیا جا سکتا ہے۔ اور افراد کا اس قدر گہرا ملاپ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے درگذر کرنے کی عادات کو اپنالیں۔ اس دنیا میں موجود ہر فرد اپنے فکر اور اپنے مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اس لئے اگر عورت کی کوئی بات ناگوار گذرے تو مرد کے لئے ضروری ہے کہ اس سے درگذر کرے۔ اسلام نے عورت کو مناسب حدود میں رہ کر تفریح اور اپنے جذبات و احساسات کی تکمیل کی اجازت دی ہے۔ اس لئے مرد عورت کو یہ مواقع فراہم کرنے کا پابند ہے۔ اسی طرح اگر مرد کی کوئی بات ناگوار گذرے تو عورت کا فرض ہے کہ وہ درگذر کرتے ہوئے مرد کی عزت، عظمت اور اطاعت کا پورا خیال رکھے رسول اللہ کی ازدواجی زندگی کے تمام پہلو سیرت میں موجود ہیں۔ ازواج مطہرات میں باہمی نوک جھونک بھی ہوتی تھی کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے مگر سید الرسل کا عدل سب کو برابر مطمئن اور خوش رکھتا تھا۔ سید کائنات کی سیرت کو سامنے رکھیں تو ہمیں شادی کے عمل کو آسان بنانا ہوگا تاکہ جائز مواقع زیادہ سے زیادہ مہیا ہوں اور ناجائز مواقع کا سد باب ہو۔ اس مقصد کے لئے رسول اللہ کا فرمان ہے شادیاں کرو مگر طلاقیں نہ دو۔

انسان کی اس دوسری حیثیت میں بہن بھائی اور دیگر قریبی رشتہ داریاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ان سب تعلقات میں توازن قائم رکھنے اور ان کو خوشگوار بنانے کے لئے حقوق و فرائض کا ایک نظام موجود ہے۔ رسول خداؐ کی سیرت کی روشنی میں ہر نیک کام کا آغاز اپنے گھر سے کرنے کا حکم ہے۔ اگر خدا نے دولت دی ہے تو والدین اور بیوی بچوں کے علاوہ دوسرے قریبی

رشتہ داروں کی نگہداشت اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرنا ضروری ہے۔ یہ تعاون کوئی احسان نہیں ہے بلکہ فرض کی ادائیگی ہے۔ اگر یہ فرض ادا نہ کیا جائے تو اس کی باز پرس ہوگی۔

انسان کی تیسری حیثیت بین الطبقاتی تعلقات کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ مولائے کلؐ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے بین الطبقاتی اجتماعیت کے اصول و قواعد نافذ کیے۔ مختلف قبیلوں، نسلوں اور مذہبوں کے لوگوں سے ایک عہد لیا جو "میثاق مدینہ" کہلاتا ہے۔ گویا اسلام خود اقوام متحدہ کا ادارہ ہے اس کی ہیئت ترکیبی ہی کچھ ایسی ہے کہ انسانی دنیا میں اس کو نافذ کرنے کے بعد انسانی دنیا میں آباد ہر طبقہ ہر لحاظ سے پرسکون بے خوف و خطر اور باعزت زندگی بسر کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک ہر ذی فہم کر سکتا ہے

"WHAT HAPPENED IN HISTORY" کا مصنف رقمطراز ہے۔

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یورپ کے معاہدے، یورپ کی دفاعی تدابیر، یورپ کا سیاسی اتحاد اور بین الاقوامی پارلیمنٹ یا حکومت کی تجویز اور دوسری تمام تدابیر ناکام و بے سود رہیں گی اگر اس کی بنیادوں میں خدا کے تصور اور اخلاقی قدروں کو جگہ نہ دی گئی۔ جہاں عالمی امن کے لئے بہت سے نسخے آزمائے ہیں وہاں مذہب کا یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لینا چاہیئے۔ اگر اس کے لئے کوئی تیار ہو تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ اس سلسلے میں قرآن کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کیونکہ اس راہ کی رہنمائی اس کتاب سے بہتر کوئی اور کتاب انجام نہیں دے سکتی۔

اسی طرح سے مشہور مؤرخ گبن لکھتا ہے۔

قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے، قانون کی اساس ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور قوانین کے لئے بھی ہے.... حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد کی شریعت سب پر حاوی ہے یہ شریعت ایسے دانش مندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی (سلطنت روما کا زوال و انحطاط جلد ۵ باب ۵)

رسول خدا کی زندگی ہر ہر موقعہ کے لئے بہترین رہنمائی مہیا کرتی ہے اگر کوئی حکمران ہے اور ملک و ملت کے خزانوں پر امین مقرر کیا گیا ہے تو صرف اسی ایک واقعے کو سامنے رکھے کہ سید کائنات کی بارگاہ میں آپ کی صاحبزادی سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا حاضر ہوئیں اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلائے جن پر چکی پیسنے اور پانی بھرنے کی وجہ سے چھالے پڑے ہوئے تھے اور عرض کی آبا جان مجھے بھی ایک خادمہ دے دیجئے تاکہ میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے. عظیم اسلامی مملکت کے سربراہ جن کے ایک اشارے پر لاکھوں مسلمان جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے نے فرمایا بیٹی! خادمہ تجھے نہیں مل سکتی یہ تو مدینہ کے یتیموں بیواؤں اور محتاجوں کے لئے ہیں

اگر کوئی شخص تجارت کے پیشے سے متعلق ہے تو اس کو سیرت کا وہ پہلو بطور خصوصی سامنے رکھنا چاہیئے جو سید الرسل کی تجارتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپؐ نے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نمائندے کے طور پر تجارت میں حصہ لیا اور آپؐ کی صداقت و امانت کی رُو سے اس میں غیر معمولی کامیابی ہوئی۔

اگر کوئی شخص فوج سے وابستہ ہے تو وہ رسولؐ اللہ کے نظامِ جہاد کو اپنے سامنے رکھے اور دیکھے کہ آپ نے اقتدار کی ہوس میں کبھی انسانوں کا خون نہیں بہایا۔ فساد زدہ معاشرے میں گندہ خون بھر گیا تو حکیمانہ طور پر وہ رگیں کاٹ دیں جن سے خراب خون بہہ گیا، صحیح قوتوں کو ہمیشہ تازہ رکھا بلکہ جب بھی اور جہاں بھی ظالم کا ہاتھ اُٹھا یا قدم بڑھا آگے بڑھ کر اس کے سامنے دیوار بن گئے۔ مظلوم کو اپنے دامن میں لیا، اس کی دستگیری فرمائی، اور اس مقصد کے لیے طاقتور یا کمزور کا امتیاز ان کے لیے ایک بے معنی سی بات ہو کر رہ گئی تھی۔

اگر کوئی شخص دین کا مبلغ ہے تو وہ مناظر آنکھوں کے سامنے رکھے جب قریشِ مکہ نے آپؐ کو غار میں محصور کر دیا، طائف کے بازار میں آپؐ کو لہولہان کر دیا گیا اور اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا مگر آپؐ کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی اور نہ ہی آپکی

مبارک زبان سے کوئی بدخواہی کا کلمہ نہ نکلا- آپؐ ہر ہر فرد کیلئے رحمت ہی رحمت بن کر رہے، آپؐ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں سلام کرتے اور شفقت کے ساتھ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے- محفل میں جلوہ افروز ہوتے تو اپنے لیے کسی خصوصی اور امتیازی مسند کو پسند نہ کرتے، غریب آتا تو گلے سے لگا لیتے، امیر آتا تو مسکرا کر استقبال فرماتے، دوست آتا تو عنایتوں سے نوازتے، دشمن آتا تو اپنے اخلاقِ کریمانہ سے اس کا دل موہ لیتے، نہ تو موقع بے موقع، بے ڈھنگی اُونچی آواز سے ہنستے، نہ ہی کسی معاملے میں عجلت سے کام لیتے، تنگی آجاتی تو بارگاہِ ربُ العزت میں عاجزی کرتے، زاری کرتے اور گڑگڑاتے۔ اگر کشائش مل جاتی تو خالقِ کائنات کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے-

جو فضائل آپؐ کو نصیب تھے اُن کا رعب کسی پر نہ ڈالتے بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت گردانتے اور اگر کسی میں کوئی فضیلت دیکھتے تو خوشی کا اظہار فرماکر دوسروں کو ایسی فضیلت حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے-